بچوں کے مزاحیہ ادب میں محمد یونس حسرتؔ کی خدمات

محمد مقصود حسین شاد [1]، ڈاکٹر ظفر حسین ہرل **

Abstract:

"Prof. M. Younis Hasrat was a dramatist, poet, editor and the writer of the children books. He not only created serious literature but also funny literature for children. His aim was not only to entertain the children but also to improve their moral attitudes. He has applied different technicalities for it. In this mission, he has always been successful. “M M” and “Owl Jallool” are his immortal characters. He has created immortal characters having natural unevenness.

These characters do not intentionally get involved in immoral activities in order to entertain the audience rather their attitudes, actions and unconscious state of mind lead to such incidents as create humor."

Keywords: Children Books, Funny Literature, Immortal Characters, Entertain The Audience.

پروفیسر محمد یونس حسرتؔ ایک ڈرامہ نگار، اشاریہ نویس، مترجم، محقق و مدون، شاعر اور بچوں کے ادیب تھے۔ انہوں نے بچوں کے لیے نہ صرف سنجیدہ بلکہ مزاحیہ ادب بھی تخلیق کیا۔ وہ بچوں کو پندو نصائح کے ساتھ ساتھ ہنسنے ہنسانے کا بھی موقع فراہم کرنا چاہتے تھے۔ یہ ہنسنا ہنسانا کیا ہے اس کے متعلق اُردو لغت میں لکھا ہے:

’’ظرافت، خوش طبعی، دل لگی، ٹھٹھا، چہل‘‘(۱)

انگریزی زبان میں اس کے لیے "Humour" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی اس کے متعلق تفصیل سے لکھتے ہیں:

> ’’مزاح، ظرافت، مذاق، خوش طبعی، تحریر یا عمل سے مزاح پیدا کرنے کی صلاحیت، مزاح یا مضحک شناسی کی اہلیت، کوئی چیز جیسے تحریر یا تقریر یا عمل جس کا مقصود مزاح ہو شگفتگی، موج، مزاح یا جذباتی حالت، افتاد طبع، ذہنی ساخت۔‘‘(۲)

سٹیفن لیکاک نے خالص مزاح کی تعریف یوں لکھی ہے:

> "Humour may be define as the kindly contemplation of the congruites life and artistic expression there of."(3)

مزاحیہ ادب ہنسی کو جنم دیتا ہے۔ ہنسی انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس سے انسان کی تلخیاں کم ہوتی ہیں اور وہ کچھ لمحوں کے لیے اپنے غم کو غلط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح بچے جب مزاحیہ ادب پڑھتے ہیں تو گھر اور سکول کے مسائل سے وقتی طورپر جان چھوٹ جاتی ہے اور ان کا غم غلط ہوتا ہے۔’’سفرزندگی میں ہنسنا اور ہنسانا ایسا ہی ہے جیسا کڑی دھوپ کے بعد شجرسایہ دار کا میسر آنا۔‘‘(۳)

محمدیونس حسرتؔ نے بچوں کے لیے جو مزاحیہ ادب تخلیق کیا ہے۔ اس میں انہوں نے لفظوں کے الٹ پھیر، بذلہ سنجی، واقعہ نگاری اور کردار نگاری سے مزاح پیدا کیا ہے۔ ’’منشی منقیٰ‘‘ اور ’’اول جلول‘‘ کا کردار ان کے لازوال کردار ہیں۔ جس طرح اُردو ادب میں رتن ناتھ سرشار کا ’’خوبی‘‘ سجاد حسین کا ’’حاجی بغلول‘‘ امتیاز علی تاج کا ’’چچا چھکن‘‘ ایم اسلم کا ’’مرزا جی‘‘ عبدالمجید سالک کا ’’چچا جمعراتی‘‘ زندہ جاوید کردار ہیں۔ اسی طرح ’’منشی منقیٰ‘‘ اور ’’اول جلول‘‘ ان کے لازوال کردار ہیں۔ان میں فطری ناہمواری ہے۔ وہ شعوری طور پر ہر سامعین کو

---

[1] پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

خوش کرنے کے لیے الٹی سیدھی حرکات نہیں کرتے بلکہ ان کی عادات اور غیرحاضر دماغی سے ایسے واقعات رونما ہو جاتے ہیں کہ مزاح پیدا ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر روف پاریکھ ایسے کرداروں کے متعلق لکھتے ہیں:

''مزاحیہ کردار سے پیدا ہونے والے مزاح میں عموماً واقعات سے مزاح پیدا کیا جاتا ہے یا کردار کی فطری ناہمواری یا اس کی حماقت سے۔''(۵)

''منشی منقیٰ'' اس کتاب میں محمدیونس حسرتؔ نے بچوں کے لیے چھوٹی چھوٹی نومزاحیہ کہانیاں لکھی ہیں۔ ان کہانیوں میں محمد یونس حسرتؔ نے ''منشی منقیٰ'' کا مضحکہ خیز کردار تخلیق کیا ہے۔ وہ ایک غیرحاضر دماغ آدمی ہے، اپنی رکھی ہوئی چیزیں بھول جاتا ہے۔

''منشی منقیٰ کی ٹوپی'' اس کتاب کی پہلی کہانی ہے۔ منشی صاحب اپنے رشتے دار کے گھر سے گائے لینے جاتے ہیں، راستے میں اس کا بوٹ کا تسمہ کھل جاتا ہے،وہ اپنی ٹوپی کو گائے کے سینگ پر رکھ کر بوٹ کا تسمہ باندھ لیتا ہے۔ جہاں عجیب مضحکہ خیز صورتِ حال پیدا ہوتی ہے۔

''ان کی نگاہ گائے کے سینگوں پر پڑی تو وہ مسکرا اٹھے، جیسے ساری مشکل حل ہو گئی ہو۔ انہوں نے ٹوپی گائے کے ایک سنگ پر یوں ٹانگ دی جیسے وہ سینگ نہ ہو دیوار میں لگی ہوئی کوئی کھونٹی ہو۔ پھر جھک کر بڑی ہوشیاری سے ایک ہی ہاتھ سے اپنے بوٹ کے تسمے کو باندھا اور پھر فخر سے سینہ پھلاتے ہوئے اپنے آپ سے کہنے لگے، لوگ مجھے خواہ مخواہ بدھو کہتے ہیں۔ اس شہر میں کوئی ایسا آدمی ہے جو میری طرح ایک ہاتھ سے بوٹ کا تسمہ باندھ سکتا ہو۔''(٦)

منشی صاحب جب گھر پہنچتے ہیں تو انہیں اس کو ٹوپی نہیں ملتی اس کی بیوی اس کو بتاتی ہے کہ ٹوپی تو گائے کے سینگ پر ہے۔ وہ اپنی گائے کو عقل مند سمجھتا ہے کہ اسے کہیں سے ٹوپی مل گئی ہے اور وہ میری خاطر اس کو سینگ پر رکھے ہوئے ہے۔ ٹوپی اس نے خود رکھی تھی لیکن اس کو یہ بات بول گئی تھی۔

''منشی منقیٰ کا رومال'' اس کہانی میں منشی منقیٰ خط پڑھ رہا ہوتا ہے اور چھینک آنے پر رومال آتش دان میں پھینک دیتا ہے اور خط پر چھینک دیتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد رومال جلنے لگتا ہے تو بو آتی ہے، اس کی اس حرکت پر بیگم خفا ہوتی ہے۔ وہ گھر سے باہر چلا جاتا ہے۔ وہ یہ بات اپنی ہمسایہ عورت کو بتاتاہے۔ وہ عورت یہی بات دوسری عورتوں کو بتاتی ہے۔ اس طرح بات پھیلتے پھیلتے کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔ آخری عورت تو فائربرگیڈ کی گاڑی منگواتی ہے کہ منشی منقیٰ کے مکان کو آگ لگ گئی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ محمد یونس حسرتؔ نے اس کہانی میں مزاحیہ انداز میں عورت کی فطرت کو بیان کیا ہے کہ وہ کسی بات کو بھی پوشیدہ نہیں رکھتی۔ اصل میں بات کچھ ہوتی ہے لیکن جب آخری عورت کے پاس پہنچتی ہے تو ا س کی صورتِ حال کچھ اور ہی ہو جاتی ہے۔

''منشی منقیٰ مچھلی لائے'' اس کہانی میں بھی منشی منقیٰ کی عجیب حرکات سے مضحکہ صورتِ حال پیدا کی گئی ہے۔ منشی صاحب بازار میں مچھلی اور اخبار لینے جاتے ہیں۔وہ مچھلی اخبار میں ڈلوا کر بغل میں دباتے ہیں اور پڑھنے والی اخبار ہاتھ میں پکڑ لاتے ہیں۔ گھر آ کر وہ پڑھنے والی اخبار کو بیگم کے پاس رکھ دیتے ہیں اور مچھلی والی اخبار کو اپنے میز پر رکھ دیتے ہیں۔ بیگم صاحب دیکھتی ہے تو اخبار خالی ہوتی ہے، منشی صاحب پریشان ہو جاتے ہیں۔ وہ جب اپنی میز کے پاس آتے ہیں تو بِلّی مچھلی والی اخبار کو پھاڑ کر مچھلی کی ایک بوٹی نکال کر کھاتی ہے۔ اس پر بیگم منشی کو ڈانٹتی ہے۔

''منشی منقیٰ کی چھتری'' اس کہانی میں منشی اپنے دوست سے ''سمندری ڈاکوؤں'' کی کتاب لینے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ بارش کی وجہ سے برساتی نیچے پہن لیتا ہے اور کوٹ اوپر تو بیگم کہتی ہے کہ برساتی پہن لیں۔ لیکن وہ نہیں ملتی لیکن جب منشی اپنے کوٹ کا بٹن کھولتا ہے تو نیچے برساتی پہنی ہوتی ہے۔ ایسے عمل پر قاری کا ہنسنا فطری عمل ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

''ہنسی نہ صرف افراد کو باہم مربوط ہونے کی ترغیب دیتی ہے۔ بلکہ ہر اس فردکو نشانہ تمسخر بھی بناتی ہے جو سوسائٹی کے مروجہ قواعد وضوابط سے انحراف کرتا ہے۔''(۷)

’’منشی منقیٰ کے پٹاخے‘‘ اس کہانی میں واقعہ نگاری سے مزاح پیدا کیا گیا ہے۔ منشی صاحب شبِ برات کو بازار سے پٹاخے خرید کر لاتے ہیں۔ اس کی بیگم اس کو ردی کی ٹوکری میں رکھ دیتی ہے۔ منشی صاحب آگ جلا رہے ہوتے ہیں۔ وہ ردی کی ٹوکری اس پر پھینک دیتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعدپٹاکے مہتابیاں انار چلنے لگتے ہیں۔ جس سے منشی صاحب ڈر جاتے ہیں۔ جب بیگم کو اس بات کی خبر ہوتی ہے تو وہ منشی صاحب کی خوب خبر لیتی ہے۔

’’منشی منقیٰ کی بِلّی‘‘ اس کہانی میں محمد یونس حسرتؔ نے منشی منقیٰ کی حماقتوں سے پیداہونے والی مضحکہ خیز صورت حال کو پیش کیا ہے۔ منشی منقیٰ اپنے کمرے میں بستر پرنرم نرم بوتل کو بِلّی سمجھ کر بیگم سے شکایت کرتا ہے۔ بیگم جب دروازہ کھولتی ہے تو وہاں بِلّی کی بجائے بوتل ہوتی ہے۔ اس پر منشی کو شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے جو کہ قاری کے لیے ہنسی کا باعث بنتی ہے۔

’’منشی منقیٰ کا کُتّا‘‘ اس کہانی میں بھی منشی کی حماقتوں سے مزاحیہ صورتِ حال پیدا کی ہے۔ وہ اپنی بیگم کی سہیلی (نجم) کے گھر کُتّا چھوڑنے جاتا ہے۔ راستے میں کُتّا اپنا پٹا اتار کر دوسرے کُتّے کے پاس چلا جاتا ہے لیکن منشی کو اس بات کا علم نہیں ہوتا۔ وہ خالی رسی اور پٹالے کر پہنچ جاتا۔ نجمہ اسے کُتّے کے بارے میں پوچھتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ وہ آپ کے کمرے کے اندر چلا گیا ہے۔ نجمہ گھر میں کُتّے کو تلاش کرتی ہے۔ ادھر منشی جب گھر واپس آتا ہے تو کُتّا اس سے پہلے گھر موجود ہوتا ہے۔ ایسی صورتِ حال پر اسے بیگم کے سامنے شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے۔

’’منشی منقیٰ کی عینک‘‘اس کہانی میں منشی صاحب کی غیرحاضر دماغی کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورتِ حال سے مضحکہ خیز منظر پیدا کیا گیا ہے۔ منشی صاحب اپنی عینک جراب میں ڈال کر بھول جاتے ہیں۔ وہ اخبار کے دفتر میں عینک کی گمشدگی کا اشتہار دینے جاتا ہے۔ وہاں مضمون لکھنے کے لیے عینک کی ضرورت پڑتی ہے تو اسے یاد آتا ہے کہ وہ تو اس کی جراب میں ہے۔ وہ جراب سے نکالتا ہے تو منیجر اس سے اشتہار کی فیس وصول کر لیتا ہے کہ عینک تو میں نے آپ کو ڈھونڈ کر دی۔ منشی صاحب مجبوراً بیس روپے دے کر گھر آ جاتے ہیں لیکن اپنی عینک اخبار کے دفتر چھوڑ آتے ہیں۔

’’منشی منقیٰ سال گرہ کی پارٹی میں‘‘ اس کہانی میں منشی صاحب کی حماقتوں کی وجہ سے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ منشی صاحب کی بیگم اپنی سہیلی کی سالگرہ کی پارٹی میں شرکت کرنے کے لیے جلدی چلی جاتی ہے۔ منشی اندھیرے میں ردی کی ٹوکری اپنے سر پر رکھتے ہیں، میز پوش اپنے جسم پر لپیٹ لیتے ہیں اور رومال کی جگہ جھاڑن لے لیتے ہیں۔ راستے میں بھی اندھیرا ہوتا ہے منشی کو کوئی نہیں دیکھتا۔ منشی صاحب جب بیگم کی سہیلی کے گھر پہنچے تو سب ہنسنے لگتے ہیں اور جب وہ تحفہ کا ڈبہ دیتا ہے (جو وہ غلطی سے بیگم کی پرانی جوتی ڈبہ والا لے آتا ہے) تو سب قہقہے لگاتے ہیں جس پر منشی صاحب شرمندگی اٹھاتے ہیں۔

’’منشی منقیٰ نے بِلّی بیچی‘‘ محمدیونس حسرتؔ نے اس کُتّاب میں نو مزاحیہ کہانیاں بچوں کے لیے تحریر کی ہیں۔ جس طرح سید امتیاز علی تاج نے ’’بیگم کی بِلّی‘‘ میں مزاحیہ انداز اختیار کیا ہے، لاکھ جتن کرنے کے باوجود صاحب کی بِلّی سے جان نہیں چھوٹتی اس طرح محمدیونس حسرتؔ نے منشی منقیٰ اور بیگم کا کردار تخلیق کیا ہے جس میں بیگم کی بِلّی منشی منقیٰ کی ناک میں دم کر دیتی ہے۔

’’منشی منقیٰ کی الٹی چال‘‘ اس کہانی میں بیگم کی اپنے میاں سے زیادہ بِلّی سے محبت ظاہر کی گئی ہے۔ بِلّی منشی صاحب کا ناشتا چٹ کر جاتی ہے، چائے کی پیالی چھوٹ کر نیچے گر جاتی ہے۔ گرم گرم چائے سے منشی کے ہاتھ جل جاتے ہیں تنگ آکر وہ بِلّی کو مارتے ہیں تو بیگم ان کی خوب خبر لیتی ہے۔ منشی صاحب بیگم کی ناراضگی کو دور کرنے کے لیے بازار سے مچھلی لے کر آتے ہیں اور اس کو اپنے پاؤں سے مسل ڈالتے ہیں۔ بِلّی میاں کے پاؤں سے چمٹی رہتی ہے۔ بیگم وقتی طور پر خوش ہو جاتی ہے لیکن جب بیگم کو حقیقت کا علم ہوتا ہے تو وہ منشی صاحب سے خفا ہو جاتی ہے۔ محمد یونس حسرتؔ اس موقع پر طنز یہ انداز میں سخت ترین عورتوں کا نقشہ کھینچتے ہیں:

''جب بیگم نے زبان کھولی تو جیسے بھونچال آ گیا۔ بیگم نے ان کے وہ لتے لیے کہ ان کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ وہ بے بسی کی تصویر بنے چپ چاپ بیگم کی لعنت ملامت سن رہے تھے اور دل ہی دل میں اپنے آپ کو اور اس گھڑی کو کوس رہے تھے۔ جب انہوں نے بیگم کو خوش کرنے کے لیے باسی مچھلی والی چال چلنے کا فیصلہ کیا تھا۔''(۸)

''منشی منقیٰ کا دروازہ'' میں واقعہ نگاری سے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ منشی صاحب باورچی خانے میں سو رہے ہوتے ہیں۔ بیگم کے کہنے پر مستری اللہ دین چپکے سے گھر میں داخل ہوتا ہے اور باورچی خانے کے دروازے کے پیچ کھول کر دروازہ کو ساتھ لے جاتا ہے۔ منشی کو بلّی بیدار کرتی ہے۔ جب وہ دروازوں کو غائب دیکھتا ہے تو پولیس اسٹیشن رپورٹ کرنے جاتا ہے۔ مستری اس وقت میں دروازہ ٹھیک کرکے لگا جاتا ہے۔ جب پولیس گھر آتی ہے تو باورچی خانے کا دروازہ لگا ہوتا ہے۔ اس بات پر پولیس والا منشی صاحب کو خوب کوستا ہے۔

''منشی منقیٰ کی شرط'' میں محمد یونس حسرتؔ نے منشی منقیٰ کے کردار کو مضحکہ خیز انداز میں پیش کیا ہے۔ منشی منقیٰ اپنی بیگم سے شرط لگاتا ہے کہ اس کی سہیلی کے کُتّے کو وہ اپنے ساتھ مانوس کرے گا۔ منشی منقیٰ اپنے کوٹ کے جیب میں گوشت کی ہڈی ڈال لیتا ہے۔ کُتّا گوشت کی خوشبو کی وجہ سے سارا دن منشی کے ساتھ چمٹا رہتا اس طرح وہ شرط جیت لیتا ہے۔ اگلے دن منشی بازار میں اپنی بیگم کے ساتھ جا رہا ہوتا ہے،ہڈی ابھی تک کوٹ میں موجود ہوتی ہے۔ راستے میں ایک بڑا کُتّا اس کی طرف لپکتا ہے جس سے منشی گر جاتا ہے۔ وہاں عجیب صورتِ حال پیدا ہوتی ہے۔

''منشی منقیٰ کے گرتے ہی کُتّا ان کی جیب کی طرف جھپٹا اور اسے پھاڑ ڈالا۔ دوسرے ہی لمحے ایک ہڈی اس کے منہ میں تھی۔ میاں بھاری بھرکم کُتّے کی اس زیادتی پر معذرت کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور بیگم نے سہارا دے کر منشی منقیٰ کو فٹ پاتھ پر سے اٹھایا۔''(۹)

اس صورتِ حال میں جب بیگم ہمدردی کی بجائے منشی جی کے لیے اپنی زبان سے آگ کے شعلے نکالتی ہے تو قاری کی ہمدردی منشی جی کی طرف ہونے لگتی ہے۔

''منشی منقیٰ اور کوڑے کا ٹین'' اس کہانی میں محمد یونس حسرتؔ نے منشی جی کاکردار حماقتوں سے بھرپور پیش کیا ہے۔ بیگم منشی کو باسی مچھلی دیتی ہے کہ اس کو کوڑے کے ٹین میں ڈال دیں اور ٹوپی کو الماری میں رکھ دیں۔ منشی ٹوپی کو کوڑے کے ٹین میں پھینک دیتے ہیں اور مچھلی کو الماری میں رکھ دیتے ہیں۔ جب کمرے سے بو آتی ہے تو الماری کھولتے ہیں تو وہاں سے مچھلی نکلتی ہے۔ بیگم بہت خفا ہوتی ہے۔ منشی باسی مچھلی کو کوڑے کے ٹین میں پھینکنے جاتا ہے تو بلّی بھی اس کے پیچھے ہوتی ہے۔ بلّی کوڑے کے ٹین میں داخل ہو جاتی ہے۔ منشی کو پتہ نہیں چلتا اور اگلے دن جب بیگم کوڑا ڈالنے کے لیے ٹین کا ڈھکنا اٹھاتی ہے تو منشی جی کی شامت آتی ہے۔

''منشی منقیٰ اور بلّیوں کی دعوت'' محمد یونس حسرتؔ نے اس کہانی میں بلّیوں کا خوراک حاصل کرنا اور آپس میں لڑنے کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ منشی منقیٰ جب بلّی کو باہر نکالتے ہوئے دروازہ زور سے بند کرتا ہے تو بلّی کی دم اس میں آ جاتی ہے۔ جس سے بیگم ان سے ناراض ہو جاتی ہے۔ منشی صاحب بیگم کو خوش کرنے کے لیے مانو کے کے لیے مچھلی کا گوشت لاتے ہیں۔ وہ مچھلی کو باورچی خانے کے دروازے کے سامنے رکھ دیتاہے۔جہاں پر ہمسایوں کی بلّیاں جمع ہو جاتی ہے اور آپس میں مچھلی کے لیے جنگ کرتی ہیں۔

''جیسے ہی کالے بلّے مچھلی والے کاغذ کو نوچنا شروع کیا، تو بلّیاں اس کے گرد آ جمع ہوئیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی اور وہ ایک دوسری کو پنجوں اور دانتوں سے نوچنے کھسوٹنے لگیں۔ ان کی چیخوں کی آواز تمام گھر میں گونجنے لگی۔''(۱۰)

منشی نے بلّیوں کو بھگا دیالیکن بلّیاں پھر جمع ہو گئیں۔ جنہیں منشی کو دوبارہ بھگانا پڑا۔ اس کہانی میں محمد یونس حسرتؔ نے بچوں کو یہ بتایا ہے کہ بلّی کو جب ایک مرتبہ خوراک کی خوشبو آجاتی ہے تو وہ بار بار اس کے حصول کے لیے کوشش کرتی ہے۔ ''منشی منقیٰ اور بیگم کا ہار''، ''منشی منقیٰ کے جوتے'' اور ''منشی منقیٰ اور ریل کا ٹکٹ'' ان تینوں کہانیوں میں محمد یونس حسرتؔ نے منشی منقیٰ کا کردار بلکھڑ آدمی کے طور پر پیش کیا ہے۔ وہ اپنی رکھی ہوئی چیز کو

بھول جاتا ہے۔ جس سے عجیب صورتِ حال پیدا ہوتی ہے۔ منشی معصومانہ چہرہ بناتا ہے اور بیگم اس کو طنز کا نشانہ بناتی ہے۔

ان کہانیوں کے ذریعے مصنف نے نہ صرف بچوں کو لطف اندوز کیا ہے بلکہ ہمارے معاشرے کی ان بیگمات کے کردار کو اجاگر کیا ہے جو منشی منقیٰ جیسے آدمی کو اپنے عتاب کا نشانہ بناتی ہیں۔

''اول جلول'' میں محمد یونس حسرتؔ نے بچوں کے لیے نو مزاحیہ کہانیاں لکھی ہیں۔اول جلول ایک احمق آدمی ہے اور اس کی عجیب وغریب بے ڈھنگی حرکتوں سے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

''اول جلول کی کرسی'' ا س کہانی میں اول جلول کی خالہ بازار سے فرنیچر کا تھوڑا سا سامان لینے جاتی ہے۔ اول جلول گھر میں خالہ کا انتظار کرتا ہے۔ ایک فرنیچر سے بھری گاڑی ہمسایہ کے دروازے کے سامنے آتی ہے وہ زبردستی اسے اپنے گھر لے آتا ہے کہ ہمارے ہمسایہ میں تو کوئی رہتا نہیں یہ فرنیچر ہمارا ہی ہے۔ وہ یہ سامان اپنے گھر اتارتا ہے اور حیران ہوتا ہے۔

> ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خالہ جان کا دماغ جل گیا ہے۔ وہ گئی تھیں ایک کرسی ایک تپائی اور ایک اسٹول خریدے مگر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فرنیچر کی ساری دکان خرید لی ہے بڑی حیرانی کی بات ہے۔''(۱۱)

جب خالہ آتی ہے تو وہ اتنا سارا سامان دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ اتنے میں ہمسایہ عورت آتی ہے اور وہ اپنے سامان کے بارے میں پوچھتی ہے تو خالہ انہیں کہتی ہے کہ میرے بھانجے نے غلطی سے گاڑی سے اتار لیا تھا۔ اب یہ خود ہی آپ کے گھر چھوڑ کر آئے گا۔ محمد یونس حسرتؔ نے اول جلول کی کم عقلی سے نہ صرف مزاح پیدا کیا ہے بلکہ بچوں کو یہ سبق سکھاتے ہیں کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے انہیں بعد میں اس طرح تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔

''اول جول اور بیل'' اس کہانی میں اول جلول ایسا کارنامہ سرانجام د ینا چاہتا ہے جس سے سب لوگ عش عش کریں۔ وہ باہر نکلتا ہے لیکن کوئی بھی ایسا کام کرنے کو نہیں ملتا واپسی پر وہ کھیتوں سے گزر رہا ہوتا ہے تو وہ کسان کو کہتا ہے کہ میرے لائق کوئی کام ہوتو بتائیں۔ کسان اسے کہتا ہے۔

> ''ارے اول جلول، ذرا بیل کا خیال رکھنا۔''(۱۲)

محمد یونس حسرتؔ نے لفظوں کے الٹ پھیر سے مزاح پیدا کیا ہے۔ کسان نے تو کہا تھا کہ بیل مارتا ہے اس بچیں لیکن اول جلول اس کا دھیان رکھنے میں مشغول ہو گیا۔ بیل اس کو مارنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگتا ہے اور اس کو سینگوں سے زخمی کر دیتا ہے۔اس طرح اس کو اپنی حماقت کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔''اول جلول اور کھچڑی'' اس مزاحیہ کہانی میں اول جلول کی خالہ اپنی بہن کے لیے کھچڑی تیار کرکے اول جلول کے حوالے کر دیتی ہے۔ اول جلول جب ٹوکری پر رومال باندھ رہا ہوتا ہے تو اس میں بے دھیانی میں کوا داخل ہو جاتا ہے۔ وہ جب خالہ کے گھر پہنچتے ہیں تو وہاں برتن سے کوا نکلتا ہے۔ جس پر کھچڑی کو ضائع کرنا پڑتا ہے۔ محمد یونس حسرتؔ نے بچوں کو یہ سبق دیا ہے کہ بے دھیانی میں کیے گئے کاموں کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

''اول جلول اور بِلّا'' اس کہانی میں محمد یونس حسرتؔ نے اول جلول کی حماقتوں سے مزاح پیدا کیا ہے۔ اول جلول خالہ کے بِلّے سے بہت خوفزدہ تھا۔ وہ اکثر اس سے ٹکرا جاتا اور وہ اس کی دم پر پاؤں رکھ دیتا ہے۔ اول جلول جب خالہ سے شکایت کرتا ہے تو وہ اسے دھیان سے چلنے کو کہتی ہے۔ اول جلول کا جواب مزاحیہ انداز سے بھرپور ہے۔

> ''یہ بھی تو خواہ مخواہ میرے راستے میں آ جاتا ہے۔ اول جلول بولا اسے بھی تو چاہیے کہ اچھے بِلّے بِلّیوں کی طرح اپنی دم سمیٹ کر رکھے۔ آپ کو اسے کچھ تو عقل سکھانی چاہیے۔''(۱۳)

خالہ اول جلول کو ردی کا تھیلا کے بارے میں کہتی ہے کہ اسے ردی والے کو دے دینا۔ردی کے تھیلے میں بِلّا بیٹھا آرام کر رہا ہوتا ہے۔ اول جلول بِلّے کی طرف توجہ نہیں دیتا بلکہ اس تھیلے کو اوپر سے رسی سے باندھ دیتا ہے۔ ردی والا جب اس تھیلے کو اٹھاتا ہے بِلّا تھیلے ہی سے اس کو

پنجے مارتا ہے۔ ردی والا حیران رہ جاتا ہے کہ کیا معاملہ ہے۔

''عجیب ردی ہے یہ بھی! ایسا تھیلا میں نے آج تک نہیں دیکھا، نوچتا بھی ہے، آواز بھی نکالتا ہے اور اچھلتا کودتا بھی ہے۔ میں تو ایسی ردی ہرگز نہیں لوں گا۔''(۱۴)

''اول جلول کا کمرہ'' اس کہانی میں بھی محمد یونس حسرتؔ نے اول جلول کی حماقتوں سے واقعاتی مزاح پیدا کیا ہے۔ اول جلول اپنے دوست کی پارٹی میں شرکت کرنے جاتا ہے۔ رات کو وہ لیٹ ہو جاتا ہے۔ گھر واپسی پر بازاروں میں تاریکی ہوتی ہے۔ وہ اندازے سے گلی میں گھروں کو گن کر اپنے گھر کا تالہ کھولتا ہے لیکن اس سے نہیں کھلتا۔ محمد یونس حسرتؔ یہاں پر طنزو مزاح سے بھرپور ایک جملہ لکھتے ہیں:

''یہ کیا مصیبت ہے! بجلی خراب ہونے کے ساتھ مکانوں کے تالے بھی خراب ہو گئے ہیں۔''(۱۵)

محمدیونس حسرتؔ کا یہ جملہ موجودہ زمانے پر بھی صادق آتا ہے کیونکہ آج کل بھی بجلی کا بہت بحران ہے۔ پھر وہ پچھلی طرف سے باورچی خانے کی کھڑکی سے اندر کمرہ میں آتا ہے۔ لیکن اس کے کمرے کی ہر چیز بدلی ہوتی ہے۔ وہ حیران ہو جاتا ہے اور سو جاتا ہے۔ صبح جب اٹھتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے کہ کمرے کا رنگ، پلنگ، آرام کرسی سب کچھ تبدیل ہوتا ہے۔ وہ جب گھنٹی بجاتا ہے تو اس مکان کی مالکن اوپر آتی ہے۔ وہ اس کو ناشتے کے لیے کہتا ہے۔ لیکن وہ اس کو دھکے دے کرگھر سے باہر نکالتی ہے۔ وہ اس بات کی شکایت تھانے کرتا ہے کہ میرے کمرے پر کسی عورت نے قبضہ کر لیا ہے اور مجھے باہر نکال دیاہے۔ وہ پولیس کے ساتھ اپنے گھر آتا ہے تو اس کا کمرہ اصلی حالت میں ہوتا ہے۔ پولیس والا دوسری گلی سے اسے کپڑے لا کر دیتا ہے جو گھر کی مالکن نے باہر پھینکے تھے اور اسے ڈانٹ کر اس کی حماقت بتاتا ہے کہ جس مکان میں تو نے رات بسر کی ہے وہ کسی اور کا تھا۔

''اول جلول اور چھتری'' اس کہانی میں محمد یونس حسرتؔ نے اول جلول کے کردارسے ان لوگوں کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے جو اپنی عقل سے کام نہیں لیتے، موقع محل کی مناسبت کو نہیں سمجھتے بلکہ لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں ناہمواری پیدا ہوتی ہے جس سے مزاح کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ اول جلول کو خالہ بارش میں چھتری دے کر بھیجتی ہے وہ بھیگ جاتا لیکن عقل کا استعمال نہیں کرتا کہ اس کو کھول لے۔ دوسری مرتبہ بھی وہ ایسی حرکت کرتا ہے۔ تیسری مرتبہ وہ چھتری دوست کے گھر بھول آتا ہے جب گھر کے قریب آتا ہے تو اسے یاد آتا ہے لیکن وہ بجائے گھر داخل ہونے کے بارش میں بھیگ کر دوست کے گھر چھتری لینے جاتا ہے۔ خالہ اس کی اس حماقت پر اسے کوستی ہے اور اسے گدھے سے بدترکہتی ہے۔

''اول جلول کی چھینک'' محمدیونس حسرتؔ نے اس کہانی میں اول جلول کی حرکات و سکنات سے مزاح پیدا کیا ہے۔ اول جلول کی خالہ اسے سمجھاتی ہے کہ مہذب لوگوں کا یہ شیوہ ہے کہ انہیں جب چھینک آتی ہے تو وہ اپنے منہ کے سامنے رومال رکھتے ہیں۔ وہ پارٹی میں اسے ساتھ لے کر جاتی ہیں۔ پارٹی کے آغاز میں وہ اتنا شائستہ رہتا ہے کہ ہر کوئی اس کی تعریف کرتا ہے۔ اچانک اس کو چھینک آنے لگتی ہے تو وہ اپنا رومال ڈھونڈنے کے لیے اپنا کوٹ اتارتا ہے پھر اپنی واسکٹ اتارتا ہے۔ سب لوگ اسے پاگل سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کی خالہ بھی اس کو ڈانٹتی ہے تو وہ اس کا جواب دینے لگتا ہے تو اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

''اس نے خالہ کی بات کا جواب دینے کے لیے منہ کھولا تو وہ چھینک ایک دم باہر آ گئی جسے وہ اب تک روکے ہوئے تھا۔آ۔۔آ۔۔آں۔۔ آنچھیں!چھینک اتنے زور کی تھی کہ سب مہمان اپنی جگہوں سے اچھل پڑے۔ اس کے ساتھ ہی اول جلول کے چہرے پر ایک مسکراہٹ نمودار ہوئی۔''(۱۶)

''اول جلول کا گھوڑا'' اس کہانی میں اول جلول کو پڑوسی گھوڑے کا خیال رکھنے کا کہتا ہے۔ اول جلول گھوڑے کے ہنہنانے کو ناں سمجھتا ہے۔ وہ جب دانہ پانی گھوڑے کو دیتا ہے تو وہ خوش ہو کر ہنہناتا ہے۔ اول جلول اس کو ناں سمجھ کر اس کے سامنے سے یہ چیزیں اٹھا لیتا ہے۔ اس طرح وہ سارا دن گھوڑے کو بھوکا پیاسا ہی رکھتا ہے۔ جس پر پڑوسی آ کر اس کی سرزنش کرتا ہے۔

''اول جلول اور سیڑھی'' اس کہانی میں اول جلول کا کردار دوسروں کے لیے ہمدرداور دردِ دل رکھنے والے کے طور پر پیش کیا گیا ہے لیکن اس کی حرکتیں اتنی احمقانہ ہوتی ہیں کہ یہی ہمدردی اس کے لیے وبال جان بن جاتی ہیں اور وہ پٹتاہے۔

ایک دن وہ باغ کے قریب سے گزر رہا ہوتا ہے تو وہاں سے دھواں اٹھتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ کسی گھر کو آگ لگ گئی ہے۔ چند شرارتی بچے اس کو بیوقوف بنانے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ کسی گھر کو آگ لگ گئی آپ کو ان کی ضرور مدد کرنی چاہیے۔ اول جلول آگ بجھانے کے لیے باغ کی دیوار پھلانگ کر درخت سے سیڑھی اتار کر لاتا ہے۔ جس پر باغ کا مالک پھل توڑ رہا ہوتا ہے۔ اول جلول سیڑھی لے کر دھواں کی طرف جاتا ہے لیکن وہاں گھاس کو آگ لگی ہوتی ہے۔ اتنے میں شرارتی بچے باغ سے پھل توڑ کر کھاتے ہیں۔ وہ جب واپس سیڑھی کو اسی درخت کے ساتھ لگاتا ہے تو باغ کا مالک اتر کر دوسرے لڑکوں کے ساتھ اس کی بھی پٹائی کرتا ہے۔

اس کہانی کے ذریعے محمد یونس حسرتؔ نے بچوں کو مزاحیہ انداز میں یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ ہمدردی کرتے ہوئے بھی عقل سے کام لینا چاہیے اور باغ میں سے چوری پھل توڑنا بُری بات ہے۔ اس نے نہ صرف بچوں کو پریشانی اٹھانی پڑتی ہے بلکہ یہ امر والدین کے لیے بھی شرمندگی کا باعث بنتا ہے۔

الغرض محمد یونس حسرتؔ کی تحریروں میں خالص مزاح کا رنگ اپنی مخصوص شگفتگی کی وجہ سے نمایاں ہے۔ وہ معاشرے کی غیر ہمواریوں کا تذکرہ کرنے کے لیے آلاتِ جراحت کی بجائے لطیف اسلوبِ نگارش کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ الفاظ اور جملوں کو ایسی شگفتہ کیفیت میں سمو کر پیش کرتے ہیں کہ ہونٹوں پر ہنسی ازخود پھیل جاتی ہے۔ وہ واقعہ اور کردار کے اشتراک سے مزاح پید اکرنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ ''منشی منقیٰ'' اور ''اول جلول'' کا کردار اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔ ان کے کرداروں میں بناوٹ اور مسخرہ پن نہیں بلکہ ان کی غیر شعوری حرکات و سکنات سے مزاح ازخود تخلیق ہوا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اُردو لغت، کراچی، ترقی اُردو بورڈ، ۲۰۰۰ء، جلد ہفت دہم، ص:۹۲۵
۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر،قومی انگریزی اُردو لغت (Qaumi English Urdu)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء، ص۲۳۰
3. Leacock stephen, Humour and Humanity (New chaped) London, Purnelland sons, 1930, P.11
۴۔ اعجاز حسین، سید، ڈاکٹر، ہنسنے کی ابتداء و اہمیت، مشمولہ مجلہ نقوش (طنزو مزاح نمبر)، لاہور، جنوری، فروری، ۱۹۵۵ء، ص۱۳
۵۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں مزاح نگاری، کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۹۶ء، ص:۲۷۸
۶۔ محمدیونس، حسرت، پروفیسر، منشی منقیٰ، لاہور: فیروز سنز، ۲۰۱۱ء، ص:۷
۷۔ وزیرآغا، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنزو مزاح، لاہور: مکتبہ عالیہ، پانچواں ایڈیشن ۱۹۸۷ء، ص:۲۶
۸۔ محمد یونس، حسرت، پروفیسر، منشی منقیٰ کی الٹی چال، لاہور: ص:۵۱
۹۔ ایضاً، ص:۲۹
۱۰۔ ایضاً، ص:۳۲
۱۱۔ ایضاً، ص:۵۵
۱۲۔ محمد یونس، حسرت، پروفیسر، اول جلول، لاہور: فیروز سنز، ت ن، ص:۹
۱۳۔ ایضاً، ص:۱۶
۱۴۔ ایضاً، ص:۳۱
۱۵۔ ایضاً، ص:۳۲
۱۶۔ ایضاً، ص:۵۸